ڈھلتا سورج

(تسلسل نمبر 3 قسط نمبر 96)

ہوا۔ ہر سال سیلاب کے بعد کنارے کی زمین کچھ اور دور چلی جاتی۔ کھیت سکڑتے گئے، مویشی کم ہوتے گئے، اور گاؤں کے لوگ آہستہ آہستہ اپنی ہی زمین پر مہمان بن کر رہ گئے۔ یہ سب کچھ اتنا دھیرے دھیرے ہوا کہ کسی کو اس کی سنگینی کا اندازہ نہیں ہوا۔ ہر کوئی یہی سمجھتا رہا کہ اس بار نہیں تو اگلی بار سب ٹھیک ہو جائے گا۔

ڈاکٹر ارشد کی کلینک بھی اسی تبدیلی کا ایک حصہ ہے۔ وہ خود بھی اسی گاؤں کے ایک کاشتکار کے بیٹے ہیں۔ ان کے والد آج بھی کنارے پر تھوڑی سی زمین پر سبزی اگاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے بقول ان کے پاس آنے والے مریضوں میں سب سے زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جو کبھی خود کھیت میں کام کرتے تھے اور اب مزدوری کی تلاش میں شہر جا چکے ہیں۔ ان کے مطابق ان مریضوں کی بیماری کی جڑ اکثر ان کی بے روزگاری اور مایوسی میں چھپی ہوتی ہے۔

کلینک کے ریکارڈ کے مطابق گزشتہ سال اس علاقے میں ہیضے کے 312 مشتبہ کیس رپورٹ ہوئے، جن میں سے 41 مریض جاں بحق ہوئے۔ ان میں بیشتر بچے تھے۔ ڈاکٹر ارشد کا کہنا ہے کہ ان میں سے بیشتر کیس ایسے گھروں سے تھے جہاں پینے کے پانی کا کوئی محفوظ ذریعہ نہیں تھا۔ لوگ اسی پانی کو استعمال کرنے پر مجبور ہیں جو کنارے کے قریب کھڑے پانی میں جمع ہوتا ہے۔ ان کے بقول یہ کوئی جہالت نہیں بلکہ مجبوری ہے، کیونکہ صاف پانی کے لیے ہینڈ پمپ یا فلٹر لگوانا ان کے بس میں نہیں۔

ڈاکٹر ارشد نے اپنی کلینک پر ایک بورڈ لگا رکھا ہے جس پر ہیضے سے بچاؤ کی سادہ تدابیر لکھی ہیں۔ ابالا ہوا پانی پینا، ہاتھ صابن سے دھونا، اور بچوں کو اسہال کی صورت میں فوراً او آر ایس دینا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ باتیں کتابی نہیں بلکہ ہر روز ان کے سامنے ثابت ہوتی ہیں۔ ان کے مطابق اگر لوگوں کو صرف یہ تین باتیں ہی ٹھیک سے سمجھا دی جائیں تو آدھی بیماریاں خود بخود ختم ہو جائیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ان باتوں کو سمجھانے والا کوئی نہیں۔

ڈاکٹر ارشد ک